مکالمہ بین المذاہب کے حوالے سے زندگی کے بارے میں مذاہب عالم کی تعلیمات کا جائزہ

پروفیسر گل قدیم جان
گومل یونیورسٹی ویمنسم کالج ڈیرہ اسماعیل خان

دنیا میں قیام امن کے لئے اولین ضروری امر یہ ہے کہ تمام انسانوں کو بلا امتیاز مذہب قوم، نسل اور وطن کے جینے کا حق حاصل ہو۔ تحفظ زندگی کو انسانی بنیادی حقوق میں اولین مقام حاصل ہے اور جب کبھی اس حق کو خطرہ لاحق ہوا ہے تو خرمن امن تباہی و بربادی کی آگ سے بھسم ہو کر رہ گیا ہے۔ انسانی زندگی اللہ تعالی کی عطا کردہ ہے اور ان کے ہاں بہت مقدس ہے۔ لہذا کسی انسان کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کو زندگی سے محروم کردے۔ اور اس کے جینے کے حق کو ختم کردے بلکہ کسی انسان کو یہ بھی حق حاصل نہیں کہ وہ خودکشی کر کے اپنی زندگی کو خود ہی ختم کردے۔ نہ حاکم کو یہ اختیار ہے کہ محکوم کے حق زندگی کو پامال کردے۔ نہ خاوند کو اجازت ہے کہ بیوی کو نیست و نابود کردے۔ نہ والد کے لئے رعایت ہے کہ بیٹے کو صفحہ ہستی سے مٹادے۔ انسانی زندگی اللہ تعالی کا مظہر اور اسکا خدائی آئینہ ہے۔ اس کے قتل کا ارادہ کرنا بھی خدائی مقابلہ کرنا ہے لہٰذا انسانی تاریخ کے پہلے قتل کے بعد جس میں حضرت آدمؑ کے ایک بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کی جان لے لی تھی اور ہابیل کو زندگی کے حق سے محروم کردیا تھا تو اس پر اللہ تعالی نے یوں احتجاج کیا کہ

"جس نے کسی جاندار کو بغیر اس کے کہ اس نے قتل کا ارتقاب کیا ہو یا زمین میں دنگا فساد کیا ہو۔ قتل کردے تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے اسے زندہ رکھا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا۔ (سورۃ المائدہ:۳۲)

جان کی حرمت کا یہ وہ تصور ہے جو اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں بیان فرمایا ہے۔ اگست ۱۹۹۰ء میں اسلامی تنظیم موتمر عالم اسلامی نے قاہرہ میں حقوق انسانی کا جو اعلامیہ جاری کیا تھا۔ اس میں بھی کہا گیا تھا کہ زندگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عطیہ ہے اور یہ عطیہ تمام انسانوں کو حاصل ہے۔ ہر حکومت، قبیلہ اور ہر فرد پر انسان کے اس حق کی حفاظت واجب ہے کسی کا خون کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ قانون میں اسے جائز قرار دیا گیا ہو۔ انسانی زندگی کو اللہ تعالی کی مشیت کے مطابق جاری و ساری رکھنے کی حفاظت شرعی طور پر واجب ہے۔ (۱)

یورپی کنونشن برائے تحفظ حقوق انسانی ۱۹۵۰ء کے آرٹیکل ۲ میں ہے کہ "ہر ایک کا حق زندگی قانون کے ذریعے محفوظ کیا جائے گا اور کسی کو بھی دیدہ دانستہ اسکی زندگی سے محروم نہیں کیا جائیگا۔ ماسوائے اس کے کہ وہ عدالت سے اس جرم کے ارتکاب پر سزا یافتہ ہو جس

کی سزا قانون نے مقرر کر رکھی ہے۔(۲)

لیکن ان تصریحات کے باوجود آج انسان دوسرے کے لئے ایک خونخوار بھیڑیئے کی حیثیت اختیار کر گیا ہے اور ان کو زندگی کے حق سے محروم کرنے کے لئے قسم قسم کے مہلک ہتھیار ایجاد کر رہا ہے وہ یہ بھی بھول جاتا ہے کہ دوسرے بھی میری طرح انسان ہیں اور انہیں بھی میری طرح جینے کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر انسانی حقوق کے نام پر انسانوں سے جینے کے حق کو چھینا جا رہا ہے۔ ان حالات میں انسانیت پریشان ہے کہ کیسے ایک فرد کو زندگی کا تحفظ ملے تا کہ انسان سکھ کا سانس لے سکے۔ وہ کبھی مذہب کے علمبرداروں کی طرف دیکھتی ہے تو کبھی لامذہبیت کے بیوپاروں کی طرف۔ لیکن انہیں کہیں سے اپنے دکھ درد کی دوا نہیں ملتی۔ تاہم مذاہب کی اصل تعلیمات کو دیکھا جائے تو آج بھی وہاں تحفظ زندگی کے احکامات اور طریقے بتائے گئے ہیں اور انسان اگر اپنے اختیار کردہ مذاہب کی اصل تعلیمات کی طرف پلٹ جائے اور انہیں سختی سے اپنائے۔ تو آج بھی وہ انسانیت کے لئے امید کی کرن ثابت ہو سکتے ہیں قطع نظر اس سے کہ کون کس مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ بنی نوع انسان کے سامنے حق زندگی کے بارے میں مذاہب عالم کی تعلیمات کا نقطہ نظر پیش کیا جائے۔

ہندومت:۔

ہندومت کی تعلیمات میں تحفظ زندگی کے بارے میں واضح احکامات موجود ہیں۔ چنانچہ ان تعلیمات میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ اگر کوئی کسی شخص کو بلا وجہ حق زندگی سے محروم کردے تو اس کو تین طرح کی سزا دی جاسکتی ہے۔

(۱) ضبطگی جائیداد (۲) جلاوطنی (۳) موت

تمدن ہند میں گستاولی بان نے لکھا ہے کہ جرائم کبیرہ مثل قتل عمد وغیرہ کی سزا ضبطگی جائیداد، جلاوطنی یا موت ہے (۳)

لوگوں کی زندگی کو تحفظ فراہم کرنا راجہ یا بادشاہ کے فرائض میں شامل ہے۔ منو کے قوانین میں ہے کہ بادشاہ کو اپنے عوام کی حفاظت کے لئے لڑنا چاہئے، نہ کہ صرف ایک دوسرے کو قتل کرنے کے لئے، جو بادشاہ لڑائی صرف ایک دوسرے کو قتل کرنے کے لئے لڑتے ہیں، کتنی ہی مشقت کرلیں بہشت میں نہیں جائیں گے۔(۴)

ہندومت میں مختلف ذاتوں کے فرائض متعین کئے گئے۔ ان میں کھشتریوں (جو حکمران طبقہ ہے) کے فرائض میں ویدوں کا مطالعہ کرنا۔ قربانیاں کرنا۔ خیرات دینا۔ سپاہیانہ پیشہ اختیار کرنا اور جانوں کو بچانا شامل ہے۔(۵)

جنگ میں عمومی طور پر مخالفین کو زیادہ سے زیادہ قتل کرنا محاربین کا وطیرہ ہے۔ اور مخالفین پر اپنی دھاک بٹھانے کے لئے لڑنے والوں اور جنگ سے کنارہ کشی اختیار کرنے والوں میں کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا۔ لیکن ہندومت کی تعلیمات میں عین لڑائی کے وقت بھی صرف لڑنے والوں کو قتل کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اور جو لوگ کسی وجہ سے لڑنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں یا لڑنا نہ چاہتے ہوں اور لڑائی سے کنارہ کشی اختیار کر چکے ہوں، انہیں قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ منو کے قوانین میں ہے کہ ایسے دشمن کو نہیں مارنا چاہئے جس

نے بھاگ کر کسی بلندی پر پناہ لی ہو، نہ ہیجڑے کو، نہ اس کو جو ہاتھ جوڑ کر پناہ مانگے یا اس طرح بھاگے کہ اس کے بال ہوا میں اڑ رہے ہوں اور نہ اس شخص کو جو بیٹھ جائے، یا یُوں کہے کہ میں تیرا ہوں۔ نیک لوگوں کے دھرم کو خیال میں رکھ کر جنگی بہادر لڑائی کے وقت کبھی نہ تو ادھر ادھر کھڑے ہوئے لوگوں کو، نہ بزدل کو، نہ بیٹھے ہوئے کو، نہ سوتے ہوئے کو، نہ غشی میں پڑے ہوئے کو، نہ ننگے کو اور نہ غیر مسلح کو، نہ تماش بینوں کو، نہ دشمن کے ہمراہ عورتوں کو اور بچوں وغیرہ کو، نہ اسکو جو ہتھیار کے صدمے سے تکلیف میں ہوں، نہ غمزدہ کو، نہ سخت زخمی کو، نہ خوف زدہ کو اور نہ بھاگے ہوئے شخص کو ماریں، بلکہ ان کو گرفتار کر کے قید خانہ میں رکھیں اور حسب ضرورت ان کو خوراک پوشاک دیں۔ جو زخمی ہو ان کے علاج معالجہ وغیرہ کا باقاعدہ انتظام کریں۔ عورت، بچہ، بوڑھا، تکلیف زدہ، اور غمگین آدمیوں پر ہرگز ہتھیار نہ اٹھائیں۔ (۶)

اس خیال سے کہ جنگ میں بے شمار لوگوں کی زندگی کا خاتمہ ہوتا ہے، جب راجہ دریودھن اور پانڈوؤں (جن سے حکومت چھین لی گئی تھی) کی فوجیں تیار کھڑی تھیں تو پانڈوؤں کی طرف سے سالار اعظم ارجن جب مقابل کے لشکروں پر نگاہ ڈالتا ہے تو سوچتا ہے کہ اوہو جنگ سے تو بڑی تباہی ہوگی، لاکھوں جانیں تلف ہو جائیں گی، پورے کے پورے خاندان مٹ جائیں گے۔ تو باوجودیکہ ان سے حکومت چھین لی گئی تھی اور وہ حق پر تھا اور راجہ دریودھن ناحق، حکومت پر قابض ہو چکا تھا۔ لیکن لوگوں کی زندگی کے خاتمے کے خیال سے ارجن ایک موقع پر جنگ کرنے سے صاف انکار کرتا ہے آزمائش کی اس سخت گھڑی میں بڑی مشکل سے بھگوان کرشن نے ارجن کو اپنے فرائض پورے کرنے کے لئے لڑنے پر آمادہ کر دیا۔ (۷)

معاشرے میں ان افراد سے قطع تعلق کا حکم دیا گیا ہے جو دوسرے لوگوں کی زندگی کے تحفظ کی پروا نہیں کرتے بلکہ یہ حق چھینتے ہیں۔ چنانچہ منو کے قوانین میں ہے کہ بچوں، پناہ طلب کرنے والے، اور عورت کے قاتل سے کوئی تعلق نہ رکھو خواہ وہ کفارہ ادا کر چکا ہو۔ (۸) کفارہ ادا کرنیکے باوجود لوگوں کو ایسے شخص کے ساتھ سوشل بائیکاٹ کا سبق دیا گیا ہے جو دوسروں کے تحفظ زندگی کے حق کی پروا نہ کرتا ہو بلکہ ایسے شخص کی ہلاکت کو بھی جائز قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ منو کے قوانین کی رو سے جب کوئی قاتل (قاتلانہ ارادے سے) بڑھے تو اسے بلا تردد قتل کیا جا سکتا ہے، خواہ وہ شخص اسکا استاد ہو، بیٹا ہو، عمر رسیدہ شخص یا ویدوں کا عالم برہمن کیوں نہ ہو۔ قاتل کی ہلاکت سے کوئی جرم عائد نہیں ہوتا۔ (۹)

جان بچانے کی خاطر حرام کھانوں کی بھی اجازت دی گئی ہے یہاں تک کہ گائے جو ہندوؤں کے ہاں ماتا دیوی ہے اور اسکی پوجا کی جاتی ہے اس کا گوشت کھانے سے اگر زندگی بچ سکتی ہے تو اس کو کھانے میں کوئی قباحت نہیں۔ بلکہ بھوک کی اذیت سے اگر انسانی جان خطرے میں ہو تو کتے کا گوشت بھی کھایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ منو کے قوانین میں ہے کہ اچھے برے کی بخوبی تمیز رکھنے والا بھوک کی اذیت سے مجبور ہو کر اگر اسے کتے کا گوشت بھی کھانے پڑے تو کھالے (۱۰)

بھردواج نامی رشی (ہندوؤں کا عالم) اپنے بیٹوں کے ہمراہ جنگل میں شدید احتیاج سے دوچار ہوئے، تو انہوں نے بربو نامی ترکھان سے کئی گائیں قبول کر لیں۔ (۱۱)

سچ ایک عظیم خلق ہے لیکن اگر سچ بولنے کی وجہ سے کسی کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے تو ایسے حالات میں انسانی زندگی کے تحفظ کی خاطر جھوٹ بولنا نہ صرف جائز، بلکہ سچ بولنے سے افضل ہے۔ منو کے قوانین میں ہے کہ ''جب بھی سچ بولنے سے کسی شودر، ویش ، کھشتری یا برہمن کی موت واقع ہو سکتی ہو تو جھوٹ بولنے کی اجازت ہے، اس لئے کہ ایسے جھوٹ کو سچ پر ترجیح حاصل ہے'' (۱۲)

ہندومت کی تعلیمات میں تمام جاندار مخلوق کی زندگی کو تحفظ فراہم کرنے کے بارے میں ہدایات پائی جاتی ہیں۔ جوان ہدایات پر عمل نہیں کرتے لازوال مسرت حاصل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ منو کے قوانین میں ہے کہ ''حسیات کے حامل مخلوق کو ضرب (مارنا) پہنچانا بھی آسمانی مسرت کے حصول کے لئے تباہ کن ہے''۔ (۱۳)

دشمن سے بچنے کے لئے بھی احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ چنانچہ ہندوؤں کی تعلیمات میں ہے۔ کہ ''عقلمند کو چاہئے کہ وہ جس شخص سے پہلے بھی لڑ چکا ہو وہ اگر دوست بھی بن جائے، اس پر اعتماد نہ رکھنا چاہیے۔ اور طاقتور سے مقابلہ کرنا موت کا دروازہ ہے۔'' (۱۴)

تاہم اس حقیقت سے بھی انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ ان تعلیمات کے ہوتے ہوئے بھی ہندومت کی تعلیمات میں ہمیں بعض ایسے نظائر بھی ملتے ہیں جو بعض لوگوں کے تحفظ زندگی کے خلاف ہیں اور بعض لوگوں کے تحفظ زندگی کے حق سے متصادم ہیں۔ مثلاً اپنی جان بچانے کے لئے اپنے بیٹے اور بیوی کی زندگی کو کھو دینے کی تعلیم دی گئی ہے۔ پنش تنتر میں ہے کہ عقلمند کو چاہئے کہ اپنی جان کو بیٹے اور بیوی کی جانیں کھو کر بھی بچائے۔ (۱۵) یہی وجہ ہے کہ بھوک سے تنگ آ کر اجی گرت نے خود اپنے بیٹے کو ذبح کر لیا تھا اور کسی گناہ سے آلودہ نہیں ہوا تھا۔ اس لئے کہ اس نے فقط فاقہ کی وجہ سے جان جانے کے اندیشے میں ایسا کیا تھا۔ (۱۶)

ہندوؤں کے ہاں بعض حالت میں خودکشی کی بھی اجازت ہے۔ بیوہ اپنے شوہر کی چتا پرستی ہو سکتی ہے۔ جو لوگ زندگی سے تنگ آ چکے ہوں، بوڑھے ہوں، اپاہج ہوں۔ کسی ناقابل علاج بیماری یا نقص اعضاء مین مبتلا ہوں انہیں بھی اجازت ہے کہ چتا میں بیٹھ کر جل مریں۔ لیکن یہ خودکشی صرف ویش اور شودر کے لئے ہے برہمن اور کھشتری اپنی جان دینا چاہیں تو انہیں حکم ہے کہ کسوف یا خسوف کے وقت کسی طریقے سے خودکشی کر لیں یا کسی سے کہہ کر اپنے آپ کو گنگا میں غرق کر دیں (۱۷)

اسی طرح ویدوں کی بعض تعلیمات میں مخالف کی زندگی کو کوئی تحفظ حاصل نہیں۔ بلکہ مخالفین کے بارے میں ان کی تعلیمات انتہائی ظالمانہ ہیں۔ ان تعلیمات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وید مخالف کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کی تعلیم دیتا ہے اور ظلم و بربریت سے زمین پر عصیان و طغیان برپا کرنا چاہتا ہے۔ ویدوں کی تعلیمات میں مذہبی مخالفین کو زندہ آگ میں جلانے ، دشمنوں کو سمندر میں غرق کرنے (۱۸) اپنے مخالفین کو درندوں سے پھڑوانے اور سمندر میں غرق کرنے (۱۹) اور انھیں بلی کی طرح چوہے کو تڑپا تڑپا کر مروانے (۲۰) انکی گردنیں کاٹنے (۲۱) ہر جائز و ناجائز طریقے سے ہلاک کرنے (۲۲) مخالفین کو جوڑ جوڑ اور بند بند کاٹنے (۲۳) اور انہیں بے رحمی سے پاؤں کے نیچے کچلنے (۲۴) جیسے اقدامات کا ذکر موجود ہے۔

مندرجہ بالا تعلیمات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ہندومت میں تحفظ زندگی کے بارے جو تعلیمات دی گئی ہیں وہ ابتدائی اور اصلی تعلیمات ہیں لیکن بعد میں تحریف وتبدیلی کیوجہ سے مذہبی اجارہ داروں نے ایسی تعلیمات شامل کر دیں۔ جس کی وجہ سے ہندومت میں زندگی کا حق صرف ویدکی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے والوں کے لئے خاص کر دیا گیا ہے۔ اور مخالف کی زندگی کے کاتنے کے لئے ظالمانہ احکامات دیکر حق زندگی کی عمومیت کا خاتمہ کر دیا ہے۔ شاید یہ انہی تعلیمات کا اثر تھا کہ سوامی دیانند (بانی آریہ سماج تحریک) مخالفین کے بارے میں لکھتا ہے کہ ان کے ساتھ نہایت سخت سلوک کیا جائے اور اس نے خود بھی ایسا ہی کیا۔ (۲۵)

ویدوں کی انہی ظالمانہ تعلیمات کی وجہ سے ہندو مخالفین کا خاتمہ کرنے میں عورت، مرد، بچے، بوڑھے، بیمار معذور کی بھی پروا نہیں کرتے۔ ہندوستان میں مسلم کش فسادات کے دوران جو کچھ ہوتا رہا ہے وہ اس حقیقت پر دال ہے۔ پروفیسر لیاقت علی عظیم نے لکھا ہے کہ "حالیہ تحقیق سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ برصغیر پاک وہند میں جگہ جگہ جو ٹیلے پائے جاتے ہیں وہ اس دور کی ان مقامی آبادیوں جھیل اور دراوڑ کی وہ بستیاں تھیں جن کو دشمن کی آبادیاں سمجھ کر تباہ وبرباد کیا گیا۔ اور ویدوں کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر آریا قوم نے آریا نسل کے دشمنوں کو ہمیشہ کیلئے نیست ونابود کیا ہے"۔ (۲۶)

بدھ مت:۔

بدھ مت کی تعلیمات کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہے کہ نہ صرف انسانوں کی بلکہ تمام جانداروں کی زندگی اہم ہے اور اس کا خاتمہ بدھ مت کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ عدم تشدد کی پالیسی اس مذہب کا خاصہ ہے۔ گوتم بدھ نے زندگی گزارنے کے لئے جو ہشت پہلو (آٹھ نکاتی) راستہ اپنے پیروکاروں کے لئے ضروری قرار دیا ہے اس میں ایک پہلو "درست رویہ" بھی ہے اور درست رویہ میں کسی کی زندگی کو نقصان پہنچانے والے سرگرمیوں سے اجتناب بھی شامل ہے۔ (۲۷)

ہشت پہلو راستہ میں ایک پہلو "سچا کام" بھی ہے اور سچے کام میں یہ بات شامل ہے کہ کسی جاندار کو نہ مارنا۔ مزید برآں گوتم بدھ نے جو پانچ فرامین اپنے ماننے والوں کے لئے جاری کئے ہیں اس میں کسی زندہ شے کو نہ مارنے کی تعلیم وتلقین شامل ہے (۲۸)

بدھ کی تعلیمات کے مطابق نجات کے حصول کا بہترین طریقہ بھی بھکشو یعنی فقیر بن کر دنیاوی زندگی کو خیر باد کہہ دینا ہے لیکن ظاہر ہے کہ تمام انسان بھکشو بن کر کاروبار حیات کو تیاگ نہیں سکتے۔ ورنہ اس دنیا میں بودوباش رکھنے کا نظام یکسر مفلوج ومعطل ہو کر رہ جائیگا۔ چونکہ دنیاداری کی زندگی بھی نبھانا پڑتی ہے اس لئے دنیادار گرہستوں (گھریلو زندگی والے) کے بارے میں گوتم بدھ کا قول ہے کہ بدھ مت کا ماننے والا کس طرح فرض شناسی کے لئے عمل کرے۔ کیونکہ بھکشوؤں کے پورے مذہب پر گرہست لوگ عمل نہیں کر سکتے۔ جو دنیاوی کاموں میں مصروف رہتے ہیں پس دنیادار کو چاہیے کہ کسی جاندار کو نہ خود مارے اور نہ کسی سے مروائے اور اگر دوسرے لوگ کسی جاندار کو ماریں تو اس کی ستائش نہیں کرنی چاہیے، اسے چاہیے کہ کسی جاندار کو خواہ وہ طاقتور ہو یا کمزور ہو قتل کی مخالفت کرے۔ (۲۹)

بدھ مت میں بھکشو بننے کے لئے جو اصول وضع کئے گئے ہیں ان میں بھی یہ بات شامل ہے کہ بھکشو کسی بھی جاندار کو مارنے یا

اس کو نقصان پہنچانے سے گریز کرتے رہیں گے اور وہ تلوار وغیرہ ہتھیار بھی اپنے پاس نہیں رکھیں گے۔(۳۰)

بدھ مت کی تعلیمات میں قتل انسانی کو بہت بڑا گناہ اور نروان کے حصول سے محرومی کا باعث قرار دیا گیا ہے چنانچہ راج گر کے بادشاہ نے جب بدھ کے سامنے اپنے اس جرم کا اقرار کرلیا کہ میں نے طاقت اور حکومت حاصل کرنے کے لئے اپنے باپ کو قتل کیا تھا تو بدھ نے کہا کہ تم نے بہت بڑا گناہ کیا ہے لیکن تم نے اقرار جرم کر کے نیک کام کیا ہے۔ جب بادشاہ بدھ کے پاس سے چلا گیا ،تو بدھ نے بھکشوؤں کو مخاطب کر کے کہا، کہ اگر بادشاہ اپنے باپ کو قتل نہ کرتا۔ تو وہ میرے ساتھ ہو کر نروان (نجاب) حاصل کر لیتا۔(۳۱)

جانداروں کا مارنا یا اس پر تشدد کرنا، ناپاک کرنے والے اعمال قرار دیئے گئے۔ چنانچہ گوتم بدھ کشیپ برہمن سے کہتا ہے کہ جانداروں کو مارنا، تشدد کرنا، کاٹنا، باندھنا، چوری کرنا، جھوٹ بولنا، فریب کرنا، ظلم کرنا اور برا عمل کرنا یہ سب امور انسان کو ناپاک کرتے ہیں۔(۳۲)

گوتم بدھ کا کہنا ہے کہ اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ اگر تم نے اپنے باپ اور ماں کو قتل کر دیا ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ دو بادشاہوں کو قتل کر دیا جائے اور پھر اس ارتکاب جرم پر آدمی یہ سمجھے کہ اس نے اچھا کام کیا ہے، جبکہ قتل جیسا بھیانک جرم کر کے آدمی کبھی بھی پاک ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور ایسا قرار دیں کہ تم نے بہت سارے سے بدھوں کو قتل کر دیا ہے تو ایسا کر کے کیا تم اپنے آپ کو پاک تصور کرو گے؟

اس طرح تو عظیم ترین گناہ میں مبتلا ہو کر آدمی ہمیشہ کے لئے ناپاک ہو جاتا ہے۔(۳۳)

ہر جاندار کے لئے زندگی بہت شاندار ہے اگر لوگ اس بات پر گہرائی سے غور کریں تو وہ دوسری مخلوقات کو بالکل نقصان نہ پہنچائیں بلکہ اس طرح انسان زیادہ خوشی حاصل کر سکتا ہے۔(۳۴)

گوتم بدھ کے بچپن ہی کا واقعہ ہے کہ شاہی محل میں ''ہل چلانے کا تہوار'' تھا۔ راجہ نے جب اپنے بیٹے گوتم بدھ کو ہل چلانے والی منظر کی طرف متوجہ کرنا چاہا۔ تو گوتم بدھ نے کہا پتا جی (ابو جی) کھیتی کے کام سے بے شمار جاندار مر جاتے ہیں اس لئے آپ ایسے کام کو چھوڑ دیں۔(۳۵)

ایک دفعہ بان گنگا کے پانی کے حق کی بنیاد پر شاکیہ اور کلی خاندانوں میں سخت جھگڑا اور فساد اٹھ کھڑا ہوا۔ گوتم بدھ نے دونوں قبیلوں کے افراد کو جمع کر کے اپدیش (وعظ) دیا کہ فانی اور حقیر زمین اور پانی کے لئے دھرتی کے سینے پر اپنے ہی بھائیوں کا خون بہانے پر کیوں تیار بیٹھے ہو؟ اس تباہی و بربادی کے راستے پر کیوں چلے جاتے ہو؟ اس راہ سے زندگی کے راستے کی طرف واپس آ جاؤ اور جھگڑا کرنے سے رک جاؤ یہ سب کے حق میں بہتر ہے۔(۳۶)

تبتی بدھ رہنما دلائی لامہ کا کہنا ہے کہ پودوں سمیت ہر ذی حیات کو زندہ رہنے کا حق ہے اور جہاں تک انسانوں کا تعلق ہے تو

نہ صرف زندہ رہنے کا بلکہ خوشی کے ساتھ رہنا ان کا بنیادی حق ہے کیونکہ بدھ شاکیہ منی نے ہمیں بتایا کہ دکھ پر قابو پانا ہے۔انسانی زندگی کے بارے میں ایک تبتی کہانی ہے کہ ایک تبتی بادشاہ کو ایک مخالف بادشاہ نے قید کر لیا۔تبتی بادشاہ کے بھانجے نے اپنے ماموں کی رہائی کے لئے مخالف بادشاہ کو پیشکش کی کہ وہ قیدی بادشاہ کے وزن کے برابر سونا لے لے اور اسے رہا کر دے۔لیکن مخالف بادشاہ نے کہا کہ یہ سونا تو کے صرف جسم کے وزن کے برابر ہوگا۔میں تو اس کی جان (روح) کے برابر سونا لوں گا۔قیدی بادشاہ کے بھانجے نے قیدی بادشاہ کو اس صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ اگر میں آپ کو آزاد کروانے کے لئے جنگ کروں تو انسانوں کا بہت زیادہ خون بہے گا اس لئے میں آپ کی جان کے برابر سونا ڈھونڈنے جا رہا ہوں (۳۷)

مزکورہ بالا تصریحات سے یہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہے۔کہ بدھ مت کی تعلیمات میں انسانی زندگی کا احترام کس قدر زیادہ ہے اور عدم تشدد پر یقین رکھنے کیوجہ سے بنی نوع انسان کی زندگی کو کس قدر تحفظ فراہم ہوتا ہے۔

جین مت:۔

جین مت کی تعلیمات میں جان کے احترام پر غیر معمولی طور پر زور دیا گیا ہے۔جین مت کی اخلاقی تعلیمات کے مطابق ہر جینی کو پانچ بنیادی عہد کرنے پڑتے ہیں۔ان عہدوں میں ایک ''اھنسا'' ہے یعنی عدم تشدد، موہن لال ماتھر کے مطابق اھنسا یا عدم تشدد کے معنی میں دکھ نہ پہنچانا، دکھ دینے سے مراد افکار و خیالات، یا الفاظ سے یا اعمال سے دکھ پہنچانا ہے مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو اس طرح کی زندگی بسر کرنی چاہیے۔کہ وہ دوسرے لوگوں کو بالکل کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائے۔(۳۸)

جینی روایت کے مطابق مہاویر نے تعلیم دی ہے کہ جانوروں کو مجروح کرنے والا شخص برے اعمال سے پرہیز نہیں کرتا۔اور جو جانداروں کو دکھ نہیں پہنچاتا، برے افعال کے ارتکاب سے دستبرداری اختیار کرتا ہے، اس حقیقت سے آگاہ عقل مند حیوانات کے ساتھ بُرا برتاؤ نہیں کرتا ہے۔اور نہ ہی دوسروں کو ایسا کرنے کا کہتا ہے اور نہ اجازت دیتا ہے۔جانوروں سے متعلقہ گناہ کی وجوہ کو جاننے والا شخص جزا یا فتہ رشی کہلاتا ہے۔(۳۹)

جین مت کے داخلہ کے خواہش مند افراد کو چند شرائط پر مشتمل ایک حلف اٹھانا پڑتا ہے جس کی پابندی وہ زندگی بھر کرتا ہے یہ حلف اٹھائے بغیر کوئی شخص جین مت میں داخل نہیں ہو سکتا۔حلف کی شرائط درج ذیل ہیں۔

۱) میں کسی ذی روح کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔

۲) کسی جاندار کو نقصان پہنچانے بھی نہیں دوں گا۔

۳) میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ کسی ذی روح کو ہلاک کرنا قابل مذمت عمل ہے۔

۴) میں ہمیشہ کنوارا رہوں گا۔

۵) میں راہبانہ زندگی بسر کروں گا۔

چونکہ اس حلف نامے کی آخری دو شقیں فطرت انسانی کے خلاف ہیں اس لئے اکثر جینی یہ حلف نہیں اٹھاتے تاہم پہلی تین شقیں جو احترام زندگی کے بارے میں ہیں۔ وہ جینیوں کی نمایاں خصوصیات اور علامات بن چکی ہیں اور ان پر جینی لوگ ضرور عمل کرتے ہیں اور دنیا میں اس بناء پر پہچانے جاتے ہیں کہ وہ کسی زندہ مخلوق کو نقصان پہنچانے سے گریز کرنے کیلئے بہت آگے تک جا سکتے ہیں۔ وہ سبزی کھاتے ہیں اور گوشت کھانے سے پرہیز کرتے ہیں چمڑے وغیرہ کی مصنوعات کے استعمال سے گریز کرتے ہیں۔ کیونکہ ان میں زندگی کی اذیت اور ہلاکت شامل ہے۔ مہادیر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جین سنیاسی سے بھی حشرات الارض کے کچلے جانے کے خوف سے اپنے سامنے راستہ کو جھاڑو سے صاف کرتے جاتے ہیں اور پانی میں رہنے والی کسی بھی ممکن زندہ وجود کو محفوظ رکھنے کے لئے پیتے وقت اسے چھان لیتے ہیں۔ جینی لوگ فوج میں روح ملازمت نہیں کرتے، قصاب کے پیشے سے دور بھاگتے ہیں، زمینداری اور کھیتی باڑی کے قریب بھی نہیں جاتے، تا کہ کوئی ذی روح بے خیالی میں مارا نہ جائے۔ جین مت سے وابستہ لوگ تجارت کا پیشہ اختیار کرتے ہیں۔(۴۰)

جینی تعلیمات کے مطابق اگر کوئی شخص بھول کر بھی کسی کی جان لے لے تو اس کی روح تاریک ہو جاتی ہے اس لئے ان لوگوں کے نزدیک فوجی، شکاری اور قصاب لوگوں کے دل سیاہ اور نورانیت سے محروم ہیں کیونکہ یہ لوگ شعوری اور لاشعوری دونوں اعتبار سے جانداروں کے قاتل ہیں۔(۴۱)

مذکورہ بالا تصریحات سے نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جین کی تعلیمات میں تحفظ زندگی پر انتہائی زور دیا گیا ہے اس میں نہ صرف انسانی زندگی کے تحفظ کے لئے ٹھوس بنیادیں فراہم کی گئی ہیں بلکہ ہر ذی روح کی زندگی کو عزیز تسلیم کیا گیا ہے اور بعض اوقات تو جینی لوگ کیڑے مکوڑوں کی زندگی بچانے کی خاطر بلاوجہ اپنی جان کو تکلیف میں ڈالتے ہیں مثلاً سانس لیتے وقت بعض جینی منہ پر کپڑا باندھ لیتے ہیں کہ بے خیالی میں کوئی جاندار جسم میں داخل ہو کر نہ مر جائے۔

زرتشت مذہب:۔

زرتشت مذہب کی تعلیمات میں تحفظ زندگی کے حق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ تحفظ زندگی کے بارے میں زرتشتی روایات میں ایک روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ جو شخص ناحق کسی کو زندگی کے حق سے محروم کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں دوزخ کے ایک مخصوص عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے زرتشتی تعلیمات کے مطابق جنت و دوزخ کے احوال کے خبر لانے کے لئے چالیس ہزار دینداروں کی ایک جماعت نے ایک مخصوص عمل کیا۔ اور ایک منتخب شدہ نیک انسان اردای ویراف پر دم کرنے سے اس کی روح جسم سے جدا ہو گئی۔ اور جب آٹھویں روز اس کی روح جسم میں واپس آ گئی تو اس نے جنت اور دوزخ کے احوال بیان کئے۔ منجملہ دیگر احوال کے اردای ویراف نے قتل ناحق کا انجام بھی بتا دیا۔ اس نے بتایا کہ سروش فرشتہ مجھے دوزخ میں لے گیا۔ وہاں میں نے ایک مرد کو دیکھا۔ جو پاؤں سے لٹکا ہوا تھا۔ اور دوزخ

کے فرشتے اوزار کے ساتھ اس کے سر سے کھال کھینچ رہے تھے اور وہ چیخ رہا تھا۔ سروش فرشتے نے مجھے بتایا کہ یہ وہ شخص ہے جس نے ناحق خون بہایا تھا۔(۴۲)

زرتش نے خانہ بدوشی کی زندگی کو ناپسند کیا ہے کیونکہ عمومی طور پر خانہ بدوشی کی زندگی میں لوٹ مار اور خون ریزی کا عنصر موجود رہتا ہے اوستا کے آخر میں سب سے اہم جن گناہوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں کسی شخص پر ناجائز حملہ کرنا اور پھر اس کا تاوان نہ دینا اور قتل نفس شامل ہے۔(۴۳)

مزکورہ تصریحات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ قتل انسانی کو اہم گناہ اور جہنم کے عذاب کا موجب قرار دے کر انسانی زندگی کو تحفظ فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور انسان کے اس حق کو تسلیم کیا گیا ہے۔

کنفیوشس مت:۔

کنفیوشس کی تعلیمات کا جائزہ لینے سے ہر قاری پر یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ کنفیوشس کی تعلیمات فلسفیانہ ہیں ان کی تعلیمات انتہائی مبہم اور عام انسانوں کی سمجھ سے بالاتر ہیں اس لئے بعد میں ان کے پیروکاروں نے اس کی مختلف تشریحات کیں۔ تاہم اس کی اخلاقی تعلیمات میں کچھ ایسی ہدایات بھی موجود ہیں جس سے آسانی کے ساتھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کنفیوشس کے ہاں انسانی زندگی محترم ہے۔

اور اس کی تحفظ کی ہر انسان کو کوشش کرنی چاہیے۔ کنفیوشس ایک ایسے نظام حکومت کو پسند کرتا ہے اور اس کے قیام کی تلقین کرتا ہے جس میں حکمران ایسے اخلاقیات وروایات سے عوام کی تربیت کریں کہ ریاست میں سزائے موت کی نوبت نہ آئے۔ کنفیوشس کا قول ہے کہ خود کو قائم رکھنے کے لئے دوسروں کو قائم رکھنا پڑتا ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے کنفیوشس سے پوچھا کہ کیا برے لوگوں کو قتل کرنا جائز ہوگا۔ تو اس نے جواب دیا کہ تمھاری حکومت میں سزائے موت کی ضرورت کیوں ہے؟ اگر تم اپنا ذہن اخلاقیات کی جانب کردو، تو تمھارے لوگ بھی بااخلاق ہوجائیں گے۔(۴۴)

کنفیوشس کی مذکورہ تصریحات سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ وہ اخلاقی تعلیمات کے ذریعے سے عوام الناس کی اس قسم کی تربیت کرنا چاہتا ہے کہ عوام الناس ایسے اصلاح یافتہ ہوجائیں کہ کوئی انسان دوسرے انسان کی زندگی کے خاتمے کا ذریعہ نہ بنے۔ بلکہ جس طرح ہر انسان اپنی زندگی کے تحفظ کے لئے جدوجہد کرتا ہے اس طرح دوسرے انسان کی زندگی کا بھی محافظ ہو۔ اور اگر کوئی شخص کسی انسان کی زندگی کا خاتمہ کرکے قاتل بنتا ہے تو اس قاتل کے ساتھ ملک میں ایک ساتھ رہنا بھی برداشت نہیں۔ ایک موقع پر قتل انسانی کی اس انداز سے قباحت بیان کی گئی ہے۔

باپ کے قاتل کے ساتھ ایک آسمان کے نیچے زندگی نہیں گزارنی چاہیے بھائی کے قاتل کے لئے گھر سے ہتھیار لانے کی ضرورت نہیں اور دوست کے قاتل کے ساتھ ایک ملک میں نہیں رہنا چاہیے۔(۴۵)

مذکورہ بیان سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ کنفیوشس قتل انسانی کو انتہائی نفرت انگیز عمل قرار دیتا ہے۔اور اس کے مرتکب افراد کے ساتھ ایک ساتھ رہنے کو ناگوار قرار دیکر تحفظ زندگی کے لئے ایک زبردست محرک پیدا کرتا ہے۔

تاؤمت:۔

تحفظ زندگی کے بارے میں تاؤمت کی تعلیمات سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ لاؤزے قتل انسانی کو انتہائی ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور جنگ وجدل سے نفرت کا اظہار کرتا ہے لاؤزے کے نزدیک لوگوں کو قتل کرنا یا جنگ میں فتح حاصل کرنا کوئی قابل فخر بات نہیں ہے۔وہ قیدیوں کو بھی قتل کردینے کو جائز نہیں سمجھتا۔اس کا خیال ہے کہ اصلاح کے لئے تعذیب مفید نتائج کا حامل نہیں ہے۔نرمی کے ذریعے بڑے بڑے سیاہ کاروں اور سرکشوں کو بھی راہ راست پر لایا جاسکتا ہے وہ مثال کے ذریعہ تحفظ زندگی کی ترغیب دیتا ہے کہ اگر پرندے کو قید کردیا جائے تو مرجائیگا۔مچھلی پانی میں رہتی ہے اگر تم اس کو پانی سے نکال کر خشکی پر لے آؤ گے تو وہ جلدی مرجائیگی۔جب کہ انسان خشکی پر خوش رہتا ہے اگر انسان کو پانی میں ڈال دیا جائے تو وہ فوراً مرجائے گا۔ہر جاندار کو اس کی فطرت کے مطابق رہنے دیا جائے۔(۴۶)

مذکورہ بالا اقتباس میں ’’ہر جاندار کو اپنی فطرت کے مطابق رہنے دو‘‘ کے الفاظ قابل لحاظ ہیں کیونکہ اگر ہر جاندار کو اپنی فطرت کے مطابق رہنے دیا جائے تو تحفظ زندگی خود بخود لازم آتا ہے لاؤزے جنگ کے نقصانات اس انداز سے بیان کرتا ہے کہ جہاں افواج چکر لگاتی ہیں وہاں خاردار جھاڑیاں اور تھوہر اُگتے ہیں۔جنگ کے بعد مفلسی کی فصل اُگتی ہے اچھے حکمران اپنے لوگوں کو جنگ سے بچاتے ہیں اور عوام کو جنگوں میں مبتلا نہیں کرتے، بلکہ عوام کو راحت اور خوشی دیتے ہیں اور دوسروں کو قتل کرنے سے شان وشوکت نہیں بڑھاتے۔کیونکہ شان وشوکت کبھی لازوال اور دائمی نہیں ہیں۔ہتھیار مصیبت میں مبتلا کردینے والے اوزار ہیں۔عقل مند لوگوں کے تیز کردہ ہتھیار صرف اس وقت استعمال کرنے چاہئیں جب ان کے استعمال کے علاوہ کوئی اور چارہ نہ ہو، فاتح کو جنگ میں قتل ہونے والوں پر ماتم کرنا چاہیے۔(۴۷)

تاؤمت کی تعلیمات میں جنگ وجدل سے اس قدر گریز کی تلقین کی گئی ہے کہ اگر ایک زیادہ طاقت ور ریاست پرسکون تاؤپرست گاؤں کا علاقہ لینے کی خواہش کرے، تو جنگ کرنے کی بجائے گاؤں والوں کو چاہیے کہ اپنے آپ کو اس کے حوالے کردیں۔کافی عرصہ گزرنے کے بعد اپنے آپ کو حوالہ کرنے کے فیصلہ سے اس گاؤں کو دکھ نہیں ہوگا اور اپنے انکسار کے ذریعے اپنے سے بڑی ریاست کو فتح کرے گا۔(۴۸)

سکھ مت:۔

سکھ مت کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے احترام وتحفظ کے لئے مضبوط بنیادیں فراہم کی گئی ہیں۔خون ناحق اور خودکشی

ممنوع قرار دی گئی ہے، تاکہ انسانی زندگی کو تحفظ حاصل ہو۔گرونانک کہتا ہے کہ ''خدا نے فرمان جاری کیا ہے'' کہ تو دنیا میں جا۔اوران سب کو اُسی ایک نام کا ورد بتا۔۔۔۔جو بھی تیرے پاس آئے اُسے خوش آمدید کہہ اور خون ناحق نہ ہونے دے۔(۴۹)

سکھ مت کی تعلیمات میں ہے کہ جو لوگ خودکشی کرتے ہیں وہی اس دنیا میں قصاب سمجھے جاتے ہیں۔اور بے شمار لوگ ایسے ہیں جو لوگوں کے گردن کاٹتے ہیں اور سخت گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔اور اپنے سر پر دوسروں کے خون کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔(۵۰)

کسی انسان کو تکلیف دینے سے منع کیا گیا ہے اور انسانی زندگی کا محافظ اللہ تعالیٰ کو قرار دیا گیا ہے۔گرنتھ میں آیا ہے کہ ''اے عزیز حکم الٰہی یہی نافذ ہوا ہے کہ کسی فرد یا بشر کو آزار نہ دو، حتی کہ چیونٹی کو بھی ضرر نہ دو۔اے عزیز اس دنیا میں جو لوگ بردباری اور خاکساری سے زندگی بسر کرتے ہیں وہی مرتب اعلیٰ کو پہنچتے ہیں اور آسانی سے منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہیں۔۔۔اللہ تعالی ہماری حفاظت ہر قسم کی بلاؤں سے کرتا ہے۔اے عزیز جب محافظ مطلق ہمارا رکھوالا ہو، تب ہم کو کس قسم کا خطرہ یا ڈر نہیں رہتا۔''(۵۱)

مذکورہ بالا تصریحات سے انسان زندگی کے احترام واہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جو لوگ حلم و بردباری کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں اور دوسروں کو تکلیف دینے کا سبب نہیں بنتے وہ آسانی کے ساتھ منزل مقصود کو پالیتے ہیں مزید برآں خود اللہ تعالیٰ کو انسانی زندگی کا محافظ ورکھوالا قرار دیا گیا ہے۔جس سے انسانی زندگی کی اہمیت خوب واضح ہو جاتی ہے۔

یہودیت:۔

اگر عہد نامہ عتیق کا مقصد جنگ، قیدیوں سے متعلق احکام اور اسکے ساتھ سلوک کو مدنظر رکھا جائے، تو یوں تاثر پیدا ہوتا ہے کہ عہد نامہ عتیق مخالفین کی زندگی کے خاتمے کی تلقین کرتا ہے جیسا کہ کتاب خروج ۲۲، ۲۰، استثناء ۲۰، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۱۷۔۲:۳۳، ۳۴۔گنتی ۳۱: ۷، ۱۶، ۱۷، ا، یشوع ۲:۲۱، ۲۲، قاضیوں کی کتاب ۲۱: ۱۰، ۱۱ اور ربی تنظیم برائے (ارض موجودہ اسرائیل) کے سربراہ ''ربی دوفلی اور'' کے فتویٰ (۳) میں بیان کیا گیا ہے۔لیکن ان تعلیمات کے باوجود اگر یہودیت کی عمومی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان میں انسانی زندگی کے تحفظ پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔عہد نامہ قدیم میں مختلف پیرایوں میں قتل انسانی کی ممانعت آئی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو احکام عشرہ (دس احکام) دیئے گئے تھے ان میں دوسری باتوں کے ساتھ انسانی جان کو بھی تحفظ دیا گیا تھا۔عہد نامہ قدیم کی مختلف کتابوں میں یہ حکم موجود ہے کہ:

''تو خون نہ کرنا یا قتل نہ کرنا'' (ا) خروج، ۲۰:۱۳ (ب) استثناء، ۵:۱۷)

زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام نے تحفظ زندگی کے بارے میں فرمایا ہے کہ ''خداوند کی شریعت کامل ہے۔وہ جان کو بحال کرتی ہے''۔(زبور، ۱۹:۷)

مزید برآں کسی کو حق زندگی سے محروم کردینا شریر کا فعل، قہر خداوند کا موجب اور دشمنوں کے غلبے اور مسلط ہونے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، چنانچہ زبور میں ہے کہ:

''شریر صادق کی تاک میں رہتا ہے اور اسے قتل کرنا چاہتا ہے''۔(زبور،۳۷:۳۲)

دوسری جگہ آیا ہے کہ ''انہوں نے اپنے بیٹے، بیٹیوں کو شیاطین کے لئے قربان کیا اور معصوموں یعنی اپنے بیٹے بیٹیوں کا خون بہایا۔جن کو انہوں نے کنعان کے بتوں کے لئے قربان کر دیا۔اور ملک خون سے ناپاک ہوگیا، یوں وہ اپنے ہی کاموں سے آلودہ ہوگئے۔اور اپنے فعلوں سے بے وفا بنے۔اس لئے خداوند کا قہر اپنے لوگوں پر بھڑکا۔اور اسے اپنی میراث سے نفرت ہوگئی۔اور اس نے ان کو اور قوموں کے قبضہ میں کر دیا۔اور ان سے عداوت رکھنے والے ان پر حکمران ہوگئے''۔(زبور،۱۰۶:۳۷۔۴۹)

نظام قصاص ایک ایسا ضابطہ ہے جو انسانی زندگی کو تحفظ فراہم کرسکتا ہے۔جب ایک شخص کو اس بات کا یقین ہو کہ اگر اس نے کسی کو قتل کر کے اسکو زندگی سے محروم کر دیا تو وہ بھی ضرور مارا جائے گا۔تو اپنی زندگی کے خاتمے کے خوف سے وہ قتل انسانی سے باز رہیگا۔

عہد نامہ عتیق میں اس حقیقت کو یوں واضح کر دیا گیا ہے کہ اگر کوئی کسی کو لوہے کے ہتھیار سے ایسا مارے کہ وہ مرجائے۔تو وہ خونی ٹھرایا جائیگا، اور خونی ضرور مارا جائے گا۔یا اگر کوئی ایسا پتھر ہاتھ میں لیکر جس سے آدمی مرسکتا ہو، کسی کو مارے، اور وہ مرجائے تو خونی ٹھہرے گا اور وہ خونی ضرور مارا جائے۔خون کا انتقام لینے والا خونی (قاتل) کو ہی قتل کرے۔جب بھی وہ اسے ملے تب ہی اسے مار ڈالے۔اور اگر کوئی کسی کو عداوت سے دھکیل دے یا گھات لگا کر کچھ اس پر پھینک دے اور وہ مرجائے یا دشمنی کی وجہ سے اُسے اپنے ہاتھ سے ایسا مارے کہ وہ مرجائے۔تو وہ جس نے مارا ہو، ضرور قتل کیا جائے۔کیونکہ وہ خونی (قاتل) ہے۔(گنتی،۳۵:۱۶۔۲۱)

کتاب احبار اور کتاب خروج میں بھی اسی قانون کو بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی کسی آدمی کو مار ڈالے تو ضرور جان سے مارا جائے، یعنی جان کے بدلے جان لے لیں۔(احبار،۲۴:۷،خروج،۲۱:۲۱۔۱۴،۲۳)

اگر کوئی شخص کسی کو حق زندگی سے محروم کردے اور اس پر گواہوں کی شہادت سے یہ ثابت ہوجائے کہ وہ قاتل ہے تو اسے کسی بھی صورت میں بھی معاف نہیں کیا جاسکتا ہے۔یہاں تک کہ اُس سے کسی قسم کی دیت یا کفارہ لینا بھی قابل قبول نہیں۔کیونکہ قتل انسانی ملک کو ناپاک کر دینے کا موجب ہے چنانچہ گنتی میں ہے کہ:

''اگر کوئی کسی کو مار ڈالے، تو قاتل گواہوں کی شہادت پر قتل کیا جائے۔اور تم اس قاتل سے جو واجب القتل ہے دیت نہ لینا۔بلکہ وہ ضرور ہی مارا جائے۔سو اس ملک کو جہاں تم رہو گے ناپاک نہ کرنا۔کیونکہ خون (قتل) ملک کو ناپاک کر دیتا ہے''۔(گنتی،۳۵:۳۰۔۳۳)

تحفظ زندگی کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ یہودیت کی تعلیمات میں ایک انسان کی زندگی کو بچانا پوری انسانیت کو بچانا ہے۔اور ایک انسان کی زندگی کا خاتمہ پوری دنیا کے خاتمے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔چنانچہ کتاب جمارہ میں آیا ہے کہ:

''ہر انسان کو یہ کہنے کا حق ہے کہ یہ دنیا میرے لئے تخلیق کی گئی ہے۔اگر کوئی شخص ایک شخص کو تباہ کرتا ہے تو وہ شخص ایسا ہی ہے

جیسے اس نے ساری دنیا کو تباہ کر دیا۔ اور اگر کوئی شخص کسی ایک فرد کی جان بچاتا ہے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے ساری دنیا کو بچا لیا ۔(۵۲)

بائبل میں کسی انسان کو حق زندگی سے محروم کر دینے کو عدل وانصاف کے منافی فعل قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ میکاہ نبی فرماتے ہے کہ:

''اے بنی یعقوب کے سردار اور اے بنی اسرائیل کے حاکمو! جو عدالت سے عداوت رکھتے ہو اور ساری راستی کو مروڑتے ہو، اس بات کو سنو۔ تم صیہون کو خون ریزی سے اور یروشلم کو بے انصافی سے تعمیر کرتے ہو''۔ (میکاہ، ۲:۹-۱۰)

چونکہ عہد نامہ قدیم کی تعلیمات کے مطابق کسی کو حق زندگی سے محروم کر دینا بہت بڑا جرم تھا۔ اس لئے جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انہیں قتل کرنا کا منصوبہ بنایا تو روبن نے اُن سے کہا کہ:

''خون نہ بہاؤ بلکہ اسے اس گڑھے میں جو بیابان میں ہے ڈال دو۔ لیکن اس پر ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ اسے ان کے ہاتھ سے بچا کر باپ کے پاس سلامت پہنچا دے۔'' (پیدائش، ۳۷:۲۲)

فرعون نے جب عبرانی دائیوں کو حکم دیا کہ اگر بنی اسرائیل میں کوئی بچہ پیدا ہو، تو انہیں مار ڈالنا۔ تو ان دائیوں نے اس حکم کے ماننے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ انہیں خوف خداوندی مانع تھی۔ چنانچہ کتاب خروج میں آتا ہے کہ:'' تب مصر کے بادشاہ نے عبرانی دائیوں سے جن میں ایک کا نام سفرہ اور دوسری کا فوعہ تھا باتیں کیں۔ اور کہا کہ جب عبرانی عورتوں کے تم بچہ جناؤ۔ اور انکو پتھر کی بیٹھکوں پر بیٹھی دیکھو۔ تو اگر بیٹا ہو تو اُسے مار ڈالنا۔ اور اگر بیٹی ہو تو وہ جیتی رہے۔ لیکن وہ دائیاں خدا سے ڈرتی تھیں۔ سو انہوں نے مصر کے بادشاہ کا حکم نہ مانا۔ بلکہ لڑکوں کو جیتا چھوڑ دیتی تھیں۔'' (خروج ۱:۱۵-۱۷)

مذکورہ بالا تعلیمات سے آسانی کے ساتھ یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہودیت میں حق زندگی کے متعلق واضح احکامات موجود ہیں۔ اور مخالفین کی زندگی کے خاتمے کی تعلیمات عہد نامہ عتیق کے عمومی تعلیمات سے متصادم ہیں۔

مسیحیت /عیسائیت:۔

تحفظ زندگی کے بارے میں عیسائیت کی تعلیمات کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت آشکارہ ہو جاتی ہے کہ عیسائیت میں حق زندگی اور اس کے تحفظ کا تصور موجود ہے۔ عیسائیت میں ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ تعلق کی بنیاد درگزر، معافی اور برائی کو نیکی کے ساتھ بدلنے پر ہے۔ حضرت عیسیٰؑ اپنے شاگردوں کو نصیحت فرماتے ہیں کہ'' تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ اپنے پڑوسی سے محبت رکھ اور اپنے دشمن سے عداوت۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا کرو تا کہ تم اپنے باپ کے جو آسمانوں پر ہے بیٹے ٹھہرو۔'' (متی، ۵:۴۳-۴۵)

عہد نامہ جدید کی تعلیمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائیت میں جنگ وجدل کو ناپسند کیا گیا ہے اور سلامتی وعفو ودرگزر کی دعوت

دیتا ہے اور دشمن کے ساتھ عدم تشدد کا سلوک کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ چنانچہ کتاب متی میں ہے کہ:

''تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ خون نہ کرنا اور جو کوئی خون کریگا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنے بھائی پر غصے ہوگا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا۔ اور جو کوئی اپنے بھائی کو پاگل کہے گا وہ صدر عدالت کی سزا کے لائق ہوگا۔'' (متی، ۵:۲۱۔۲۲)

عیسائیت کی تعلیمات کے مطابق ہمیشہ کی زندگی پانے کے لئے ضروری ہے کہ انسان کسی انسان کی زندگی کے خاتمے کے فعل سے باز رہے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت عیسیٰؑ سے ایک شخص نے پوچھا کہ اے استاد میں ہمیشہ کی زندگی پانے کے لئے کون سی نیکی کروں۔ تو آپؑ نے جواب دیا کہ اگر تو ہمیشہ کی زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر۔ اور پھر مختلف احکام بتلائے۔ جن میں ایک حکم یہ بھی تھا کہ تو خون نہ کرنا۔ (متی ۱۹:۱۶۔۲۱۔ لوقا، ۱۸:۱۹۔ مرقس۔ ۱۰:۱۹)

بائبل کی رو سے دوسروں کو حق زندگی سے محروم کردینے والے جہنم کی سزا کے مستحق ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کو یوں خطاب فرمایا ہے ''اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس۔ تم نبیوں کے قاتلوں کے فرزند ہو۔ تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے اس لئے دیکھ میں نبیوں، داناؤں اور فقیہوں کو تمھارے پاس بھیجتا ہوں ان میں سے تم بعض کو قتل اور مصلوب کرو گے۔ (متی ۲۳:۳۱۔۳۴)

آدمی کو ناپاک کرنے والے افعال میں سے ایک قتل انسانی بھی ہے۔ چنانچہ اس بارے میں آتا ہے کہ ''خون ریزیاں، زنا کاریاں اور حرام کاریاں، چوریاں جھوٹی گواہیاں، بدگوئیاں دل سے نکلتی ہیں یہی باتیں ہیں جو آدمی کو ناپاک کرتی ہیں'' (متی، ۱۵:۱۹، ۲۰)

کسی انسان کو قتل کرکے اس سے حق زندگی کو چھین لینا انسان کے بُرا ہونے کی علامت ہے۔ چنانچہ یوحنا کے خط میں ہے کہ!

''جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا اور اس نے کس واسطے اُسے قتل کیا؟ اس واسطے کہ اس کے کام برے تھے''۔ (یوحنا، ۴:۱۵)

مسیحت کی تعلیمات کی رو سے انسانی خون کبھی رائیگاں نہیں جاتا بلکہ ضرور اس کے بارے میں پوچھا جائیگا۔ چنانچہ کتاب لوقا میں ہے کہ!

''ہابیل کے خون سے لے کر اُس زکریا کے خون تک جو قربان گاہ مقدس کے بیچ میں ہلاک ہوا۔ تم سے سچ کہتا ہوں کہ اسی زمانہ کے لوگوں سے سب کی باز پرس کی جائیگی۔'' (لوقا، ۱۱:۵۱)

کسی بے گناہ کو قتل کرنے کی سازش میں شریک ہونا اور قاتلوں کی مدد کرنا بھی گناہ کا فعل قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ یہوداہ اسکریوتی نے عیسیٰؑ کو گرفتار کرانے میں ربیوں اور کاہنوں کی مدد کی۔ تو جب یسوع کو پکڑوانے والے یہوداہ اسکریوتی نے یہ دیکھا کہ اب یسوع کو مجرم ٹھہرایا گیا تو پچھتایا اور اس نے تیس دینار سردار کاہنوں اور بزرگوں کے پاس لاکر کہا کہ میں نے گناہ کیا ہے کیونکہ میں نے

بے قصور کو قتل کرنے کے لئے پکڑوایا ہے۔(متی،۲۷: ۳، ۴)

کسی کو قتل کرانا یا ان کے قتل کا مطالبہ کرنا خود اپنی ہلاکت کا ذریعہ ہے۔شوبھا تحریر کرتے ہیں کہ عیسیٰ کو قتل کرنے والے اور قتل کرانے کا مطالبہ کرنے والا ہجوم اگر چہ مستقبل سے ناواقف تھا مگر خداوند یعنی مسیح یسوع سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی وہ جانتا تھا کہ بطور بادشاہ اسکی تاج پوشی کرنے کی بجائے یروشلم کے لوگ اسکی موت کا مطالبہ کریں گے۔اور یوں وہ سزا کے وارث بن جائیں گے۔خداوند کی نظر اس خوبصورت شہر کے جگمگاتے میناروں اور ستونوں پر پڑی تو اسے چالیس سال بعد کا خیال آیا۔جب اس شہر کی عدالت ہوگی اور عیسیٰؑ کے قتل کی نحوست کے سبب پتھروں کا ڈھیر بن جائیگا۔اور اس کا کوئی پتھر دوسرے پتھر پر باقی نہ رہ سکے گا۔اور تمام لوگ پا بہ زنجیر ہونگے۔(۵۳)

قتل انسانی کے درپے اشخاص کو مسیح علیہ السلام کی تعلیمات میں اولاد آدم کی بجائے اولاد ابلیس قرار دیا گیا ہے۔

جب یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے تھے تو آپ نے انھیں ان الفاظ میں خطاب فرمایا! اگر تم ابرہام (ابراہیم) کے فرزند ہوتے تو ابرہام کے سے کام کرتے۔لیکن اب تم مجھ جیسے شخص کے قتل کی کوشش میں ہو۔جس نے تم کو وہی حق بات بتائی جو خدا سے سنی۔ابرہام نے تو یہ نہیں کیا تھا۔تم اپنے باپ کے سے کام کرتے رہو۔انہوں نے اس سے کہا ہم حرام سے پیدا نہیں ہوئے۔ہمارا باپ ایک ہے یعنی خدا، یسوع نے ان سے کہا کہ اگر خدا تمہارا باپ ہوتا تو تم مجھ سے محبت رکھتے اس لئے کہ میں خدا سے نکلا اور آیا ہوں۔ میں کو نہیں آیا بلکہ اسی نے مجھے بھیجا۔تم میری باتیں کیوں نہیں سمجھتے،اس لئے کہ میرا کلام سن نہیں سکتے۔تم اپنے باپ ابلیس سے ہو اور اپنے باپ کی خواہشوں کو پورا کرنا چاہتے ہو وہ شروع ہی سے خونی ہے"۔(یوحنا،۸: ۳۹۔۴۴)

ایک جگہ عہد نامہ جدید میں دوسروں کو حق زندگی سے محروم کرنے کو ہمیشہ کی زندگی سے محرومیت کا سبب بتایا ہے۔چنانچہ یوحنا فرماتے ہیں کہ!"تم جانتے ہو کسی خونی میں ہمیشہ کی زندگی موجود نہیں رہتی"۔(یوحنا کا خط نمبر ۱، ۴: ۱۵)

یہود کے قتل انبیاءؑ کے عمل کی مختلف انداز سے مذمت کی گئی ہے۔کتاب متی اور کتاب لوقا میں ہے کہ"اے یروشلم اے یروشلم تو جو نبیوں کو قتل کرتا ہے اور جو تیرے پاس بھیجے گئے،انکو سنگسار کرتا ہے۔کتنی بار میں نے چاہا کہ جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے جمع کر لیتی ہے اسی طرح میں بھی تیرے لڑکوں کو جمع کرلوں۔مگر تم نے نہ چاہا۔دیکھو تمھارا گھر تمھارے لئے ویران چھوڑا جاتا ہے"۔(متی،۲۳: ۳۷، ۳۸۔لوقا،۱۳: ۳۴۔۳۵)

حضرت عیسیٰؑ کے ابتدائی پیروکاروں میں سے اسٹیفن نے قتل ناحق پر یہودیوں کو اس انداز سے ملامت کیا ہے کہ!

"اے گردن کشو اور دل اور کان کے نامختونو! تم ہر وقت روح القدس کی مخالفت کرتے ہو۔جیسے تمہارے باپ دادا کرتے تھے ویسے ہی تم بھی کرتے ہو۔نبیوں میں سے کس کو تمہارے باپ دادا نے نہیں ستایا؟ انہوں نے تو اس راست باز کے آنے کی پیش خبری دینے والوں کو قتل کیا۔اور اب تم اسکے پکڑوانے والے اور قاتل ہوئے۔"(اعمال۔۷: ۵۱، ۵۲)

تحفظ زندگی کے بارے میں اگر عیسائیت کی ان تعلیمات پر غور وفکر کیا جائے تو اس کی عمومیت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوسکتا۔ اور نہ کوئی ایسا پہلو مل سکتا ہے کہ جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ حق صرف عیسائیوں کے لئے مخصوص ہے بلکہ یہ تصریحات اس بارے میں واضح ہیں کہ عہد نامہ جدید میں انسان کے تحفظ زندگی کی تلقین کی گئی ہے۔ جہاں تک عیسائیوں کے اس کردار کا تعلق ہے کہ جب عیسائیت عملاً سلطنت کا مذہب بن گئی تو مخالفین کی بستیوں کی بستیاں جلا دینا مذہباً جائز اور مستحسن قرار دی گئیں اور مذہبی عدالتوں نے لاکھوں افراد کو غیر مسیحی عقائد کی پاداش میں قتل ہونے کی سزائیں دیں اس کا عہد نامہ جدید کی تعلیمات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ سراسر مسیح کی تعلیمات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ سراسر مسیح کی تعلیمات سے روگردانی ہے۔

اسلام:۔

قرآن پاک کی رو سے ہر انسان کو زندہ رہنے کا حق حاصل ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں زندگی بہت مقدس ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشی ہوئی ہے۔ اس لئے کسی کو بھی روا نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کو زندگی سے محروم کردے۔ اور اس کے جینے کے حق کو ختم کردے۔ بلکہ کسی انسان کو یہ حق بھی حاصل نہیں کہ وہ خودکشی کر کے اپنی زندگی کو خود ختم کردے۔ حاکم کو یہ اختیار ہے کہ محکوم کے حق زندگی کو پامال کرے، نہ خاوند کو اجازت ہے کہ بیوی کو نیست و نابود کرے، نہ والد کے لئے یہ رعایت ہے کہ بیٹے کو صفحہ ہستی سے مٹا دے۔ انسان اللہ تعالیٰ کا مظہر اور اسکا خدائی آئینہ ہے۔ اس کے قتل کا ارادہ کرنا خدائی مقابلہ کرنا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک انسانی زندگی کا خاتمہ پوری انسانیت کا خاتمہ قرار دیا ہے اور فرمایا ہے:

من قتل نفسا بغير نفس او فساد في الارض فكانما قتل الناس جميعا ومن احياها فكانما احياالنا س جميعا (المائدہ: ۳۲)

ترجمہ:۔ جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخشی۔"

اس آیت کریمہ میں لفظ احیاء آیا ہے اور لفظ احیاء کے معنی زندہ کرنے کے ہیں یعنی دوسرے لفظوں میں اگر کسی شخص نے انسانی زندگی کو بچانے کے لئے کوشش کی اس نے انسان کو زندہ کرنے کا کام کیا۔ یہ کوشش اتنی بڑی نیکی ہے کہ اسے ساری انسانیت کے زندہ کرنے کے برابر ٹھہرایا گیا ہے۔ (۵۴)

ایک اور مقام پر فرمایا کہ حق کے ماسوا کسی انسانی زندگی کا خاتمہ نہ کریں۔

ولا تقتلو النفس التي حرم الله الابالحق (الانعام: ۱۵۱)

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کے خاتمے سے منع کردیا ہے۔ مگر کبھی معاشرے میں ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جن کا قتل کرنا اور ان کی زندگی کا خاتمہ کرنا معاشرے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ وہ معاشرے میں ناسور کی حیثیت رکھتے ہیں اور

معاشرے میں ان کی موجودگی دوسرے انسانوں کی زندگیوں، ان کی عزت وناموس اور اسلامی ریاست کی نظریاتی بنیادوں کے لئے مضر ہوتی ہے۔اس لئے ان کی زندگی کے خاتمے کو الا بالحق کے الفاظ کے ساتھ مشروط کر دیا ہے، جس میں قاتل عمد، زانی محصن یعنی شادی شدہ زانی اور مرتد عن الاسلام داخل ہے، جن کا خاتمہ صالح معاشرہ کے قیام کے ضروری ہیں۔ان افراد کے سوا جو معاشرے کے لئے ناسور کی حیثیت رکھتے ہوں۔کسی انسانی زندگی کے خاتمے کی قرآن پاک ہرگز اجازت نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کو تحفظ دلانے کی خاطر نظام قصاص انسانیت کے سامنے پیش کیا ہے اگر چہ قصاص ظاہری نظر سے بھاری معلوم ہوتا ہے اور سطحی ذہن رکھنے والوں کے خیال میں یہ بات آسکتی ہے کہ قصاص کا حکم بڑی زندگانی کا سبب ہے کیونکہ قصاص کے خوف سے ہر کوئی کسی کو قتل کرنے سے رکے گا تو دونوں کی جان محفوظ رہیگی۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولکم فی القصاص حیوۃ یاولی الالباب(البقرہ : ۱۷۹)

ترجمہ:۔"اور اے عقلمندو تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے"۔

آیت کریمہ کی تفصیل کے ذیل میں مولوی سید امیر علی تحریر فرماتے ہیں کہ جب قاتل کو مقتول کے بدلے قصاص میں قتل کیا جانا معلوم ہوگا تو وہ قتل سے باز رہے گا، پس قصاص دو جانوں کی زندگی کا سبب ہوا۔(۵۵)

مولانا شبیر احمد عثمانی تحریر فرماتے ہیں کہ عرب میں ایسا ہوتا تھا کہ قاتل اور غیر قاتل کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔جو ہاتھ آجاتا تھا، مقتول کے ورثاء اسکو قتل کر دیتے تھے۔اور فریقین میں اسکے باعث ایک خون کی وجہ سے ہزاروں خون ہو جاتے۔جب خاص قاتل ہی سے قصاص لیا گیا تو یہ تمام جانیں بچ گئیں۔(۵۶)

عربوں میں معاشی دشواریوں کا ایک حل قتل اولاد بھی سمجھا جاتا تھا اور مالی مشکلات سے بچنے کی خاطر اولاد کو حق زندگی سے محروم کر دیتے تھے لیکن قرآن پاک نے واضح اعلان کیا ہے کہ کسی کو بھی بھوک، افلاس اور معاشی مشکلات کی وجہ سے اپنی اولاد کی زندگی کے خاتمے کا حق حاصل نہیں۔کیونکہ رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سب کو رزق دیتا ہے والدین کو بھی اور اولاد کو بھی تو پھر کیونکر والدین کو حق پہنچتا ہے کہ وہ رزق نہ ملنے کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کریں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

ولا تقتلوا اولادکم من خشیۃ املاق نحن نرزقھم وایاھم (سورۃ بنی اسرائیل: ۳۱)

"اور اپنی اولاد کو تنگدستی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی"۔

صرف یہی نہیں کہ قرآن کریم انسان کو دوسرے انسان کی زندگی کے خاتمہ کی اجازت نہیں دیتا بلکہ قرآن کریم انسان کو اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ وہ حوادث زمانہ سے مایوس ہو کر خود اپنی زندگی کا خاتمہ کردے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انسانی زندگی بہت محترم اور قابل قدر ہے اور انسان کی زندگی ایک خدائی امانت ہے جسے ضائع کرنے کی کسی کو بھی اجازت نہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما(النسآء: ۲۹)

''اور آپس میں کسی کو قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔''

آیت کریمہ میں لا تقتلوا انفسکم کے الفاظ پر غور وفکر کرنے سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ خود اپنی زندگی کے خاتمے یعنی خودکشی کی بھی قرآن پاک کسی صورت میں بھی اجازت نہیں دیتا۔ حکم میں دوسرے انسانوں کے قتل کی بھی ممانعت ہے اور خود اپنی زندگی کے خاتمے کی بھی، ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ولا تلقو بایدیکم الی التھلکۃ(البقرۃ: ۱۹۵)

ترجمہ: ''اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو''۔

زندگی اللہ تعالیٰ کی ایسی عظیم نعمت ہے جو بقیہ تمام نعمتوں کے لئے اساس کی حیثیت رکھتی ہیں اس لئے اسلام نے زندگی کے تحفظ کا حق عطا کرتے ہوئے افراد معاشرہ کو اس بات کی تلقین کی ہے کہ وہ حوادث زمانہ سے مایوس ہو کر اپنی زندگی کا خاتمہ نہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے اچھے حالات کی امید رکھیں اور خودکشی کے ارتکاب سے اجتناب کریں ورنہ دوزخ کے عذاب کے مستحق ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا ہے:

قال النبی ﷺ الذی یحنق نفسہ یحنقھا فی النار والذی یطعنھا یطعنھا فی النار .(۵۷)

''رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ جو شخص خود اپنا گلا گھونٹ کر جان دے ڈالتا ہے وہ جہنم میں بھی اس طرح کرتا ہے۔ اور جو اپنی جان اپنے ہی نیزہ سے لے لیتا ہے وہ جہنم میں بھی اس طرح کرتا ہے۔''

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریمﷺ نے فرمایا! کہ جس طرح تمہارے لئے آج کے دن اس مہینہ ذی الحجہ اور اس شہر کی حرمت ہے اس طرح ایک انسانی جان بھی تمہارے لئے محترم ہے ایسا نہ ہو کہ میرے بعد ایک دوسرے کے اس حق کو نظر انداز کر و اور ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔ فرمایا:

فان دمائکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا بلدکم ھذا فی شھر کم ھذا وستلقون ربکم فتسئلون عن اعمالکم .الافلاترجعو بعدی ضلا لاًلا یضربُ بعضکم رقاب بعض....(۵۸)

''بے شک تمہارا خون، مال اور عزت تم پر حرام ہے جیسا کہ تم پر اس دن شہر اور اس مہینہ کی حرمت ہے، عنقریب تم اپنے رب سے ملو گے پھر تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائیگا۔ خبردار! ایسا نہ ہو کہ تم میرے بعد گمراہ ہو کر ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو''۔

پھر نبی کریمﷺ نے تحفظ زندگی کی عملی مثال پیش کرتے ہوئے فرمایا:

الا کل شیء من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع ودم الجاھلیۃ موضوعۃ وان اوّل دم اضع من

دمائنا دم الربیعة ابن الحارث و کان مستر ضعاً فی بنی سعده فقتله هذیل....(۵۹)

"خبردار! زمانہ جاہلیت کے تمام امور میرے قدموں کے نیچے ہیں اور کالعدم ہیں زمانہ جاہلیت کے خون کالعدم ہیں اور سب سے پہلے انتقام جسے میں کالعدم قرار دیتا ہوں میرے خاندان ربیعہ بن الحارث کے دودھ پیتے بیٹے کا خون جسے بنی ہذیل نے قتل کیا تھا معاف کرتا ہوں"۔

الغرض قرآن پاک کی تصریحات اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور طرز عمل سے انسان آسانی کے ساتھ یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے انسانی زندگی کتنی قیمتی ہے اور اس کے تحفظ کی خاطر مختلف انداز استعمال کئے گئے ہیں اس بڑھ کر انسانی زندگی کے تحفظ کے لئے اور کیا اقدامات ہو سکتے ہیں۔

خلاصہ بحث:۔

مذہب کی تعلیمات کے جائزے سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ آج پورے عالم میں انسانی خون کی جو ارزانی ہے قتل وغارت کا جو بازار گرم ہے انسان کا دشمن ہے اور اسکی زندگی کے خاتمے کے لئے مہلک سے مہلک ہتھیار بنائے جارہے ہیں آن واحد میں کروڑوں انسانوں کو حق زندگی سے محروم کردینے کے جو منصوبے بنائے جارہے ہیں اور اسی مقصد پر کھربوں، اربوں ڈالر رقوم خرچ کی جا رہی ہیں اس سے چھٹکارے اور نجات کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہر مذہب کا پیروکار اپنے مذہب پر سختی کے ساتھ عمل پیرا ہو جائے۔ کیونکہ تمام مذاہب اس بات کی تعلیم دیتے ہیں کہ زندگی ایک مقدس امانت ہے اور ہر جاندار کو زندہ رہنے کا حق حاصل ہے اور جو کوئی کسی کو اس حق سے محروم کردینے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنے مالک (اللہ تعالیٰ) کا باغی ہے اور مذاہب کی تعلیمات میں اس کے لئے مختلف سزائیں مقرر ہیں۔ لہذا انسانی زندگی کو تحفظ صرف اور صرف مذاہب کی تعلیمات اپنانے میں ہے اور آج جو قتل وغارت کا بازار گرم ہے یہ مذہبی تعلیمات سے دوری اور انحراف کا نتیجہ ہے۔

(حوالہ جات)

۱) محمد رحیم حقانی۔انسانی حقوق۔جمعیۃ پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۱۰۷

۲) محمد طاہر القادری۔الحقوق الانسانیہ فی الاسلام۔نہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۱۰۱

۳) ڈاکٹر گستاولی جان۔تمدن ہند اور ترجمہ سید امیر علی نقوش پریس لاہور س ن ص ۲۴۳

۴) منو۔منودھرم شاستر ترجمہ ارشد رازی ۸۹:۷

۵) کوتلیہ چانکیہ۔ارتھ شاستر ترجمہ سلیم اختر، نگارشات لاہور، ۲۰۰۴ء ص ۲۴

۶) (ا) منودھرم شاستر ۷:۸۹

(ب) منودھرم شاستر ۷:۹۱ تا ۹۳

۷) بھگوت گیتا تشریح وضاحت رائے روشن لعل۔ فکشن ہاؤس لاہور ۱۹۹۶ء ص ۱۰

۸) منودھرم شاستر ۱۱:۹۱

۹) ایضاً ۳۳۳۸، ۳۴۴

۱۰) ایضاً ۱۰۔۱۰۶

۱۱) ایضاً ۱۰:۱۰۷

۱۲) ایضاً ۸:۱۰۴

۱۳) ایضاً ۵:۴۸

۱۴) ڈاکٹر گستاولی بان۔ تمدن ہند ص ۳۹۶

۱۵) پنچ تنتر بحوالہ گستاولی بان، تمدن ہند ص ۳۸۸

۱۶) منودھرم شاستر ۱۰:۱۰۵

۱۷) عبدالمجید سالک۔ مسلم ثقافت ہندوستان میں۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور طبع دوم س ن ص ۳۰

۱۸) یجروید ادھیائے ۱۳: منتر ۱۲، ۱۳ بحوالہ ڈاکٹر محسن عثمانی ہندومذہب، مجلس نشریات اسلام کراچی، ۲۰۰۵ء ص ۳۷، ۳۸

۱۹) ایضاً ادھیائے ۱۵: منتر ۱۷، ۱۸، ۱۹

۲۰) ایضاً ادھیائے ۱۶: منتر ۶۵

۲۱) ایضاً ادھیائے ۵: منتر ۲۲

۲۲) ایضاً ادھیائے ۱: منتر ۲۸

۲۳) ایضاً ادھیائے ۱۳: منتر ۲۸

۲۵) ایضاً ادھیائے ۱۷: منتر ۳۹

۲۶) لیاقت علی عظیم۔ مذاہب کا تقابلی مطالعہ۔ فاروق سنز لاہور ۲۰۰۵ء۔ ص ۷۰

۲۷) امولیہ رنجن مہاپتر، فلسفہ مذاہب، ترجمہ یاسر جواد، فکشن ہاؤس لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۱۸۶

۲۸) (ا) کرش کمار، گوتم بدھ راج محل سے جنگل تک ترجمہ خالد ارمان نگارشات لاہور ۲۰۰۴ء ص ۱۰۲

(ب) احمد عبداللہ السدوسی۔ مذاہب عالم۔ مکی دار الکتب لاہور۔۲۰۰۴ء ص ۸۴

(ج) عمادالحسن فاروقی۔ دنیا کے بڑے مذہب۔ مکتبہ تعمیر انسانیت، س ن۔ ص ۱۹

(د) لیوس مور۔ مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا۔ ترجمہ یاسر جواد و سعدیہ جواد، نگارشات لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۲۳۳

(ر) امولیہ رنجن مہاپتر۔ فلسفہ مذاہب۔ ص ۱۸۸

(ز) ایچ سدھتسا۔ گوتم بدھ۔ ترجمہ یاسر جواد، سارنگ لاہور، ۲۰۰۴ء ص ۳۴

(س) H.Saddhulissu,Buddist Ethics Georgeallen and unioin London.1970.PP 88.89

۲۹)(ا) ایچ سدھتسا، گوتم بدھ ص ۳۳

(ب) لیوس مور، مذاہب کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۲۳۲

۳۰) ستان پہال سیت ۴۳۔ بحوالہ رابرٹ وین ڈی ویئر، بدھ مت، ترجمہ ملک اشفاق، بک ہوم لاہور ۲۰۰۷، ص ۳۵

۳۱) ستان پہال سیت ۹۹۔۱۰۲ بحوالہ ایضاً ۴۱

۳۲)(ا) ایچ سدھتسا۔ گوتم بدھ ص ۴۱

(ب) لیوس مور، مذاہب کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۲۳۷

۳۳) دھمپد ۲۹۰۔۲۹۵ بحوالہ رابرٹ وین ڈی ویئر۔ بدھ مت، ص ۱۱۸

۳۴) دھمپد ۱۲۹۔۱۳۶ بحوالہ رابرٹ وین ڈی ویئر۔ بدھ مت، ص ۱۰۵

۳۵) کرشن کمار۔ گوتم بدھ راج محل سے جنگل تک۔ ص ۱۰۵

۳۶) ایضاً، ص ۱۵۶

۳۷) کرسٹوفر اربرٹس۔ گوتم بدھ سے دلائی لامہ تک، ترجمہ محمد احسن بٹ دارالشعور لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۱۴۶، ۱۴۹، ۱۵۰

۳۸) موہن لال ماتھر، ہندوستانی فلسفہ، نگارشات پبلیشرز لاہور ۲۰۰۴، ص ۱۵۶

۳۹) آرنیہ سوترا بحوالہ لیوس مور، مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا ص ۲۰۶، ۲۰۷

۴۰)(ا) لیوس مور، مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۲۰۷

(ب) محمد یوسف خان، تقابل ادیان بیت العلوم لاہور، س ن، ص ۱۱۹

(ج) لیاقت علی عظیم، مذاہب کا تقابلی مطالعہ، ص ۲۳۳

۴۱) لیاقت علی عظیم، مذاہب کا تقابلی مطالعہ، ص ۲۲۷
۴۲) کخیسر و اسفندیار، دبستان مذہب، ترجمہ رشید احمد جالندھری ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۲۰۰۲، ص 117
۴۳) عبدالحی، مذاہب عالم اور اسلام، تاج بک ڈپو لاہور، س ن، ص ۳۴۹، ۳۵۲
۴۴) رابرٹ وین ڈی ویئر۔ تاؤ اور کنفیوشس ازم، بک ہوم لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۲۰۰، ۲۰۱
۴۵) رشید احمد، تاریخ مذاہب، روبی پبلیشر کوئٹہ، ۱۹۸۶ء ص ۹۷
۴۶) رابرٹ وین ڈی ویئر۔ تاؤ اور کنفیوشس ازم، ص ۱۱۳
۴۷) تاوتی چنگ بحوالہ رابرٹ وین ڈی ویئر۔ تاؤ اور کنفیوشس ازم ص ۳۱
۴۸) لیوس مور، مذاہب کا انسائیکلو پیڈیا، ص ۲۷۵، ۲۷۶
۴۹) ڈاکٹر تارا چند۔ ہندوستانی ثقافت پر اسلامی کے اثرات، ترجمہ مسعود الحسن خان غزنوی کتاب خانہ کوئٹہ، ۲۰۰۷ء
۵۰) گرنتھ اردو ترجمہ دستور المعاد، رفاہ عام پریس سیالکوٹ، ۱۸۹۵ء ص ۷، ۴۸۱
(ب) جپ جی بحوالہ سردار سنگھ۔ بابا گرونانک۔ ترجمہ امیر علی خان، ہونٹھ سکائی پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۶، ص ۳۴۳
۵۱) گرنتھ اردو ترجمہ دستور المعاد، ص ۱۴۸، ۴۳۰
۵۲) جمارا بحولہ رابرٹ وین ڈی ویئر۔ یہودیت، بک ہوم لاہور، ۲۰۰۶، ص ۱۸۰
۵۳) شوبھا۔ حضرت عیسیٰ مسیح کی زندگی، ایم آئی کے لاہور، ۱۹۹۶، ص ۴۳
۵۴) خلیل احمد حامدی۔ نظام اسلام مشاہیر اسلام کی نظر میں۔ اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۱۹۶۳ء، ص ۱۷۴
۵۵) مولوی سید امیر علی۔ مواہب الرحمٰن۔ دینی کتب خانہ لاہور۔ ۱۹۷۷ء، ۱:۱۳۱
۵۶) مولانا شبیر احمد عثمانی۔ تفسیر عثمانی تاج کمپنی کراچی۔ س ن۔ ص ۳۵
۵۷) محمد بن اسماعیل البخاری الصحیح البخاری۔ کتاب الجنائز۔ باب ماجاء فی قاتل النفس
۵۸) محمد بن اسماعیل البخاری الصحیح البخاری۔ کتاب المغازی۔ باب حجۃ الوداع
۵۹) محمد بن اسماعیل البخاری الصحیح البخاری۔ کتاب المغازی۔ باب حجۃ الوداع